ضبط و ترتیب : ادارہ الحق

چاند تک انسان کی رسائی اور اسلام

خلائی پرواز کا اسلامی تعلیمات پر کوئی اثر نہیں پڑتا

خطبۂ جمعۃ المبارک ۹ ربیع الاول / جمادی الاول ۷۹ ۱۹ء

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ قال اللہ تعالیٰ ۔ ولقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البر والبحر وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔

کائنات پر انسان کی فضیلت محترم بزرگو ! خداوند کریم نے انسان کو کائنات پر صوری ومعنوی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جسم میں انسان بہت چھوٹا ہے مگر صوری وظاہری محاسن میں سارے عالم پر فائق ہے اور عقل و ادراک علم اور دوسری معنوی خوبیوں میں بھی ساری مخلوقات پر اسے سبقت حاصل ہے گویا کہ یہ پوری کائنات اس مختصر سے جسم میں سمٹ گئی ہے اور عالم اکبر اس عالم اصغر میں پنہاں ہے۔ اس لئے بعض نے کہا کہ پوری "آفاقی" آیات اس چھوٹے سے "نفس" میں موجود ہیں۔ خداوند کریم کا ارشاد ہے کہ ولقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البر والبحر وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔ (ہم نے بنی آدم کو کرامت سے نوازا ہے اور اسے بر و بحر میں اٹھایا اور اسے بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی)

اس فضیلت کی وجہ بار امانت کو اٹھانا ہے۔ اس فضیلت کو دوسری آیت میں اسطرح واضح فرمایا گیا : انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض فابین ان یحملنھا وحملھا الانسان۔ (ہم نے آسمانوں اور زمینوں پر اپنی امانت کے اٹھانے کی پیشکش فرمائی تو انہوں نے اس بار امانت اٹھانے کی ذمہ داریوں سے معذرت کی اور انسان پر جب اسے پیش کیا تو اس نے اس ذمہ داری کو اپنے ذمہ لگا دیا۔)

یاد رہے کہ امانت کی یہ پیشکش جب مخلوقات پر ہوئی تو انہیں اختیار دیا گیا کہ اگر اس امانت کا بوجھ تم نے اٹھایا اور اس کا حق ادا کیا اپنی زندگی اس کے مطابق ڈھالدی تو تمہیں رضائے الٰہی جنت،

اور دائمی عزت نصیب ہوگی اور اگر ذمہ داری قبول کرنے کے بعد بھی تم نے حق امانت پورا نہ کیا تو تمہیں دائمی عذاب اور جہنم میں داخل ہونا پڑے گا۔ اس لئے تمہیں اختیار ہے کہ امانت کے متحمل بنتے ہو یا نہیں برداشت کرتے دونوں باتیں تمہاری مرضی پر ہیں مگر عدم تحمل کی صورت میں تمہیں اسی حالت میں رہنا ہوگا۔ جمادات کی طرح کہ نہ ترقی ہوگی نہ عروج اور نہ عذاب کا خطرہ ہوگا نہ جنت کی امید ہوگی۔ تو آسمانوں اور زمین نے امانت نہ اٹھائے جانے کو ترجیح دی کہ کہیں کوتاہی کی صورت میں عذاب میں مبتلا نہ ہونا پڑے مگر انسان جو کہ بالطبع رب العزت کا عاشق ہے اور عشق کے جذبہ سے اسکی روح اور اس کا قلب سرشار رہتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قلب ہر وقت متحرک اور مضطرب رہتا ہے اور دھڑکتا رہتا ہے گویا کہ محبوب حقیقی کی تلاش اور یاد میں اپنی ہر حرکت سے اللہ اللہ کی ضربیں لگاتا ہے۔ ایسے عاشق طبعی کو تو محبوب کا اشارہ بھی کافی ہوتا ہے تو جب محبوب کی طرف سے پیشکش ہوئی اس کو فوراً جذبۂ عشق نے قبولِ امانت پر آمادہ کر دیا اور یہ پرواہ نہ کی کہ ذمہ داری میں کوتاہی کی صورت میں کیا کیا مصیبتیں پیش آئیں گی۔ دیکھئے! فرہاد جو مجازی عاشق تھا محبوب کے اشارۂ ابرو پر پہاڑ کھودنے لگا۔ تو انسان جو عاشقِ حقیقی ہے محبوبِ حقیقی کے اشارہ پر کیوں بارِ امانت اٹھانے سے جھجکتا۔ اور اس کا نتیجہ یہی نکلا کہ خداوند کریم نے اسے آسمانوں زمینوں اور ساری مخلوقات پر فوقیت دی۔ یہ راعی اور وہ رعیت بنے ساری کائنات اسکی مسخر ہوئی، اسکو بحر و بر اور آسمان و زمین کے درمیان ساری فضا پر چلنے اور ان میں تصرف کرنے کی اجازت ملی اور بنی نوع انسان کے جدِ امجد حضرت آدم کو خلیفۃ اللہ کا خطاب دیا گیا اور عالم کی تمام اشیاء میں تصرف کرنے اور اسکی تحلیل و ترکیب کی اجازت ملی اشیاء کے اسماء اور خاصیتیں اسے تبلادی گئیں۔

کائنات میں تصرف کی راہنمائی انبیاء نے فرمائی | اس تصرف اور استعمال کی رہنمائی رسولوں کے ذریعہ فرمائی جو معصوم اور معلم من اللہ تھے تاکہ انسان نفس اور شیطان کے دھوکہ اور خواہشاتِ نفسانی کی وجہ سے اس امانت کو غلط طور پر استعمال نہ کرے اور تمام چیزوں کی ترکیب و تحلیل اپنے موقعہ پر اور نیک مقصد کیلئے کرے۔ اشیاء میں بے جا تصرف سے بذریعہ وحی منع کر دیا گیا اور دیگر فضیلتوں کے علاوہ اسے نعمتِ علم سے نوازا گیا جو انسان کی خصوصیت ہے ان انبیاء کو دیئے گئے علوم میں رفتہ رفتہ ترقی ہوتی رہی، یہاں تک کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ان کی ذات پر علومِ نبوت کی تکمیل کر دی گئی۔

علوم کا ظہور اور تکمیل حضورؐ کی ذات پر ہوئی | حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو جو

علوم دیئے گئے اس کی نظیر سابقہ ادوار اور گذشتہ امتوں میں نہیں ملتی۔ بخاری شریف میں حدیث ہے کہ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شبِ معراج میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ اوپر تشریف لے جا رہے تھے تو بیت المقدس میں بطور مہمانی وضیافت مختلف مشروبات پیش کئے گئے ایک گلاس پانی کا بھرا ہوا تھا، ایک میں شہد تھی اور ایک میں دودھ تھا، اور ایک میں شراب تھی۔ مگر یاد رہے کہ یہ جنت کی شراب تھی یعنی شراب طہور جو تمام مسلمانوں کو جنت میں ملے گی اور طیب وطاہر اور ہر قسم کی خرابیوں سے پاک صاف ہو گی مگر پھر بھی شراب ہی اس کا نام تھا۔ حضور اقدسؐ نے نہ پانی لیا نہ شہد اور نہ شراب بلکہ دودھ پی لیا۔ حضرت جبرئیل نے فرمایا: الحمدللہ کہ آپ نے دودھ پی لیا یہ فطرت کے مطابق ہے اور دودھ عالمِ مثال میں علم کی شکل ہے۔ گویا اشارہ تھا کہ آپؐ کی امت علم میں باکمال اور سارے عالم میں ممتاز رہے گی اگر آپ شہد پی لیتے تو امت لذتوں میں پڑ جاتی اور اگر شراب پی لیتے جو اگرچہ طہور تھا تو امت گمراہی میں مبتلا ہو جاتی اگر پانی پی لیتے تو بے کمال رہ جاتی کیونکہ پانی صفات اور کمالات سے خالی ہے نہ میٹھا نہ کڑوا نہ سرخ نہ زرد نہ خوشبودار نہ بدبودار اس میں بالفعل کوئی کمال نہیں شہد میں لذت اور مٹھاس ہے شراب دنیوی مزیل عقل ہے اور اخلاق رذیلہ برانگیختہ کرتی ہے۔ حضورؐ نے ان سب کو چھوڑ کر دودھ پی لیا جو علم سے تعبیر ہے۔

تو امت میں بھی علم سرایت کر گیا، کیونکہ قاعدہ ہے کہ استاد کا رنگ شاگرد میں سرایت کرتا ہے اور باپ کے مخفی اثرات اولاد میں پائے جاتے ہیں۔ الولد سرٌّ لابیہ (حضورؐ کا ارشاد ہے بچہ باپ کا راز ہے اسکی خفیہ صفات اس میں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔) ایک حدیث میں ارشاد ہے: اوتیت علم الاولین والآخرین۔ (مجھے پچھلے اور اگلے سب لوگوں کا علم دیا گیا۔) دوسری حدیث میں ہے: انا مدینۃ العلم۔ (میں تو علم کا ایک شہر ہوں۔) —— تو حضورؐ کا اثر اور پرتو ساری امت پر ہوتا ہے کہ پوری امت علم کی وارث ہے۔ البتہ اتنا یاد رہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ علم مادیات جس میں صنعت و زراعت حرفت طب ڈاکٹری سرجری اور سائنس جغرافیہ وغیرہ شمار ہیں، اور علم روحانیات جس میں تمام علوم مذہبیہ دینیہ داخل ہیں۔ اسی طرح امت کی بھی دو قسمیں ہیں امتِ دعوت جنہیں حضورؐ کی دعوت متوجہ ہے کہ آؤ قولوا لا الٰہ الا اللّٰہ۔ یہ دعوت الی الاسلام کل دنیا کے باشندوں کے لئے ہے اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو ہے۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس۔ (ہم نے نہیں بھیجا تمہیں مگر نوعِ انسانی کے لئے۔) بشیراً ونذیرا

خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا۔ تو کل دنیا کے انسان یورپ کے ہوں یا ایشیا کے مشرق کے ہوں یا مغرب کے یا افریقہ کے دور دراز علاقوں کے غیر متمدن وحشی ہوں سب کے سب حضورؐ کی امتِ دعوت ہے۔ آج بھی حضورؐ کی دعوت انہیں مخاطب کر رہی ہے، جیسا کہ چودہ سو برس پہلے تھا۔ مگر اس امت نے دعوت قبول نہیں کی اس لئے کافر ہے۔ اتنی بڑی نعمت کی ناشکری کرنے والی ہے۔ اور جنہوں نے حضورؐ کی دعوت قبول کی ہے وہ امتِ اجابت ہے کہ دعوت کی اجابت میں انہوں نے لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہہ دیا ہے۔ ایسی امت کو امت مسلمہ کہا جاتا ہے۔

اصل علوم علوم نبوت تھے جو مسلمانوں کو ملے | علم ساری امت کو حضورؐ کی آمد اور بعثت کے بعد انہی کی برکت سے ملا مگر امت دعوت کو زیادہ حصہ علوم مادیہ کا ملا اور امت اجابت یعنی مسلمانوں کو وافر حصہ علوم غیب، علوم نبوت و آخرت کا ملا جو اشرف ترین علوم تھا۔ علوم مذہبیہ میں امت مسلمہ کو جو مقام حاصل ہوا۔ اور جو تحقیقات ہر ہر مسئلہ اور ہر ہر موضوع پر علماء امت نے پیش کئے اس کی نظیر کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی جس کا کچھ حصہ لاکھوں کتابوں اور سینکڑوں علوم کی شکل میں آج بھی موجود ہے اس کا عشر عشیر بھی گذشتہ مسلمان امتوں میں نہیں ملتا۔

مادی اور روحانی علوم کا پورا ظہور حضورؐ کے بعد ہوا۔ | اسی طرح امت دعوت نے مادی علوم تمدنی مسائل اور سائنسی تحقیقات اور تکوینیات کے مخفی اسرار ظاہر کرنے میں جو ترقی کی اس کی مثال حضورؐ سے پہلے زمانہ کی امتوں میں نہیں مل سکتی۔ الغرض ان تمام علمی کمالات کا ظہور امت مطلقہ میں اسی مخزنِ علم کے کمالات کا پرتو ہے جو سید الرسل اور خاتم النبیین ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر ترقی کا یہ سلسلہ کہیں جا کر ختم نہیں ہوگا بلکہ دینی اور دنیوی علوم میں قیامت تک امت ترقی کرتی رہے گی۔ تو جس امت کا پیغمبرؐ سارے علوم اور کمالات کا سرچشمہ ہے اسکی امت، کسی علمی انکشاف اور علمی ترقیات کی کب مخالفت کر سکتی ہے۔ یا علم کی کوئی صحیح نئی بات جامع العلوم نبی کریم علیہ السلام کی تعلیمات کی کب مخالف ہو سکتی ہے۔

خلائی پرواز اور اسلامی تعلیمات | آج کل چاند تک انسان کی رسائی اور پرواز نے ہر فرد کی توجہ اپنی طرف مبذول کرادی ہے۔ سائنس کی اس ترقی نے بعض مسلمانوں کو حیرت میں ڈال دیا ہے اور وہ اس غلط فہمی میں ہیں کہ اس سے اسلامی تعلیمات پر زد پڑتی ہے۔ حالانکہ یہ تو محض ایک سائنسی اور تمدنی ترقی کا مسئلہ ہے۔ زندگی کے تمدنی مسائل میں ہر دور اور ہر زمانہ کے لوگوں میں پچھلوں کی بہ نسبت ترقی ہوتی آرہی ہے اور ہمارے اسلاف نے کبھی اس کو دیکھ کر یہ خیال ہی نہیں کیا کہ اس ترقی سے اسلامی اصول مجروح ہوتے ہیں۔ مثلاً پہلے زمانہ میں سواری کا وسیلہ گھوڑا، خچر اور اونٹ

تھا پھر موٹر اور ریل بنائی گئی رفتہ رفتہ ہوائی جہاز ایجاد ہوئے اب اس میں ہیرالوں اور راکٹوں کا اضافہ ہوا اور اس کے بعد بہت ممکن ہے کہ اور بھی تیز رفتار ذرائع سفر پیدا ہو جائیں۔

قرآن کریم میں تیز رفتار سواریوں کیطرف اشارہ | اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے ، والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ ویخلق مالا تعلمون۔ (اور پیدا کئے اللہ نے گھوڑے، خچر اور گدھے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور ان میں تمہارے لئے زینت بھی ہے اور پیدا کیا ان کے علاوہ ایسی چیزوں کو جنہیں تم نہیں جانتے۔) ویخلق مالا تعلمون مضارع کا صیغہ ہے اس میں قیامت تک وجود پذیر ہونے والی تمام تیز رفتار سواریاں آگئیں۔ اسی طرح سمندری سواری کا ذکر فرما کر بعد کی ایجادات کی طرف اشارہ کر دیا گیا : وآیۃ لھم انا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون وخلقنا لھم من مثلہ ما یرکبون۔ (ان کیلئے قدرت کی نشانی ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا اور پیدا کیں ہم نے ان کے لئے کشتیوں کی مانند طرح طرح کی چیزیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔)

الغرض ان آیات میں تمام نئی نئی بحری بری اور فضائی ایجادات کیطرف اشارہ موجود ہے۔

اسی طرح پہلے بات پہنچانے کا ذریعہ آمنے سامنے بات چیت کا تھا رفتہ رفتہ ترقی ہوئی تو تار ٹیلیفون لاسلکی یہاں تک کہ ریڈیائی لہروں سے کام لیا جانے لگا۔ اور کئی ذرائع کلام پہنچانے کے پیدا ہوئے۔

خلائی تسخیر خالص تمدنی اور سائنسی مسئلہ ہے | خلائی تسخیر کا مسئلہ بھی خالص تمدنی ترقی اور سائنسی تحقیق کا ہے جس میں کامیابی یا ناکامی دونوں کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ اسلام نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ انسان ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے حرکت نہیں کر سکے گا اور نہ یہ کہا کہ خلاء میں ذی روح اجسام کی پرواز ناممکن ہے نہ اس نے یہ دعویٰ کیا کہ فضاء میں کرۂ نار اور کرہ زمہریر ہے جن سے ذی روح کا گذرنا محال ہے اور نہ یہ کہا کہ زمین کی کشش ثقل سے باہر نکلنا ناممکن ہے یہ باتیں تو فلاسفۂ یونان کی مخترعات ہیں جن کی بطلان اور تردید اسلامی معتقدات ہی نے کر دی تھی۔

قرآن مجید اور لامحدود پرواز | قرآن مجید پلک جھپکنے میں ہزاروں میل مسافت طے کرنے کے نہ صرف امکان بلکہ وقوع کا قائل ہے۔ ملکہ سبا کا تخت پلک جھپکنے میں حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔ (اور کہا اس شخص نے جس کے پاس علم تھا کتاب کا میں لا دیتا ہوں تیرے پاس اس تخت کو پہلے اس

کے لوٹ آئے تیرے طرف تیری نظر۔)

اور وہ طرفۃ العین میں تخت لے آئے۔ گویا کہ راکٹ کی تیز رفتاری سے اسلام کو انکار نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حرکت اور سرعت ممکن ہے۔

باقی رہی ستاروں تک پرواز تو یہ تو آپ کو تمہید سے معلوم ہوا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اور پھر مدار شرافت اونچی پرواز کرنا نہیں ہے آج خلاء میں بادل پھر رہے ہیں، چیل، گدھ، کوے اور دیگر پرندے جو یعنی فضا میں اڑ رہے ہیں۔ ایک دیو ہیکل جن نے حضرت سلیمان کو تخت سبا چند لمحات میں پہنچا دینے کی پیشکش کی خود انسان عرصہ سے کئی کئی میل اوپر ہوائی جہاز میں پرواز کر رہا ہے تو اب اگر اس پرواز کی حد ڈھائی لاکھ میل خلاء میں چاند تک پہنچ گئی یا آئندہ اس سے بھی بڑھ جائے تو اس میں کیا استحالہ اور تعجب ہے اور قرآن مجید کے کون سے دعویٰ کا مقابلہ ہوا جو باعث حیرت بن جائے، قرآن مجید سے تو جنات تک کا آسمان تک پرواز ثابت ہوتا ہے۔ قرآن حکیم نے سورہ جن میں جنات کی آپس میں گفتگو نقل فرمائی ہے۔ وانا لمسنا السماء فوجدناها ملئت حرسا شدیدا وشهبا وانا كنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن يستمع الآن يجد له شهابا رصدا۔ (اور یہ کہ ہم نے ٹٹول کر دیکھا آسمان کو پھر پایا ہم نے اس کو کہ بھرا ہوا ہے سخت چوکیداروں سے اور انگاروں سے اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں سننے کے واسطے پھر اب جو کوئی سننا چاہے وہ پائیگا اپنے واسطے انگارہ گھات میں۔)

اس کی تفصیل بخاری شریف میں مذکور ہے کہ جنات اور شیاطین حضورؐ کی بعثت سے قبل آسمانی دنیا تک پہنچ کر خفیہ ٹھکانوں میں بیٹھ جاتے تاکہ ملائکہ کی آپس میں گفتگو سن کر اسے کاہنوں اور نجومیوں تک پہنچادیں اس میں سنی ہوئی کوئی ایک بات تو درست ہوتی تھی اور سو باتیں جھوٹ اور من گھڑت ہوتی تھیں جس کا لوگوں میں مشہور ہو جانے پر اس وقت کے مذہب حق پر اثر پڑتا اس کے بعد دوسرے نبی آجاتے اور وہ اس جھوٹ اور حق سے مخلوط باطل کو باطل کر دیتے مگر حضور اقدسؐ آخری نبی تھے، خداوند کریم کو دین اسلام محفوظ رکھنا اور زائغین کی زیغ سے بچانا تھا۔ تو حضورؐ کی بعثت کے بعد جنات کا آسمانوں تک پہنچنا روک دیا گیا اور جب جنات اوپر پہنچنے لگتے تو ان پر انگارے اور شہاب ثاقب پھینکے جاتے تاکہ آسمانی باتیں نہ سن سکیں اور دین اسلام خلط ملط نہ ہو اور یکامل و مکمل قیامت تک محفوظ رہے۔ الغرض اس آیت سے آسمانوں تک جنات کی پرواز اور صعود بلکہ آسمانوں کو چھونے (لمس سماء) تک کا ثبوت ہوتا ہے۔ بعض روشن خیال اسکی بھی تاویل کرتے

ہیں جسکی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ نے جنات میں آسمانوں تک پرواز کی صلاحیت رکھی ہے۔ اس لئے جنات وہاں تک پرواز کرتے تھے جہاں تک ان کی پرواز پر پابندیاں لگی ہوئی نہ تھیں، اب اگر انسان اپنے علم و تحقیق اور خدا کے دئیے ہوئے وسائل کی بناء پر اوپر چلا جائے تو اس میں کوئی استحالہ نہیں۔

اسلام میں ستاروں تک رسائی کیلئے آسمانوں سے گذرنے کا کہیں ذکر نہیں

یہ غلط ہے کہ ستاروں تک پہنچنے کیلئے آسمانوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ اس لئے کہ اسلام میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ چاند آسمانِ دنیا اور سورج چوتھے آسمان پر ہے یا دیگر سیارے فلاں آسمان پر ہیں یا ثوابت سبعہ سیارہ ساتویں آسمان کے نیچے درجہ بدرجہ ہیں یہ فلاسفۂ یونان کا عقیدہ اور بطلیموس کا مسلک ہے جس کا ذکر تصریح و شرح چغمنی میں پایا جاتا ہے نہ کہ فلاسفۂ اسلام کا ہم مسلمان نہ تو قدیم فلاسفہ کے معتقد ہیں اور نہ جدید فلاسفہ آگے فلاسفہ کے ابطال آپس میں خود اور فلاسفہ فیثاغورث وغیرہ نے کی ہے اور آج کے سائنسدان قدیم سائنس کو خود لغو اور باطل قرار دے رہے ہیں۔ پھر جدید سائنس دانوں کا آپس میں شدید اختلاف ہے اور ان کے نظریات آپس میں متصادم، تو ہم خواہ مخواہ اسلام کو کیوں ایک فریق بنائیں۔ البتہ اتنی بات واضح ہے کہ آسمانوں کے اندر داخل ہونے کے لئے اجازت لینا پڑتی ہے۔ آسمانوں کے دروازے ہیں جو بند رہتے ہیں۔ اندر جانے والا بغیر اجازت ربّ العالمین کے نہیں جا سکتا جیسا کہ حدیثِ معراج سے معلوم ہوتا ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام حضورِ اقدسؐ کو لیکر آسمان کے دروازہ پر پہنچے اور دروازہ کو دستک دی تو فرشتوں نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے فرمایا جبرئیل پھر انہوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ من معك قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیل ارسل الیہ قال نعم ففتح۔ جبرئیل نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ تب دروازہ کھول دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ افلاک میں داخلہ بغیر اجازتِ خداوندی کے نہ فرشتہ کو ہے نہ نبی مرسل کو اور حضورِ اقدسؐ کا داخلہ آسمانوں میں ہوا مگر اجازت ملنے اور دروازہ کھول دینے کے بعد۔

موجودہ ترقیات کا اثر باطل مذاہب اور فلسفہ پر پڑتا ہے

اب اگر ستاروں کے بارہ میں اسلام نے کہا ہوتا کہ آسمانوں کے اندر ہیں تب تو اشکال درست ہوتا کہ راکٹ اور خلائی جہاز آسمان کے اندر بغیر اجازتِ خداوندی کیسے داخل ہوئے جو کبھی نہیں ہو سکتے۔ مگر جب ہم بطلیموسی اقوال کے پابند نہیں ہم تو اسلام کے قائل ہیں تو یہ اشکال ہمارے اوپر وارد ہی نہیں ہوتا۔ جن مذاہب نے یہ دعویٰ کیا ہے ان پر اسکی زد پڑتی ہے مسلمانوں پر نہیں۔

تمام ستارے آسمان کے نیچے ہیں

قرآنِ مجید کا تو اعلان ہے کہ ولقد زینّا السماء الدنیا

بمصابیح وجعلنٰھا رجوماً للشیاطین۔ (ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں سے مزین کر دیا اور ہم نے بنایا انہیں شیاطین کو مارنے کی چیز۔)

شیاطین تو آسمانوں تک جا کر باہر رہتے ہیں، آسمانوں میں تو داخل نہیں ہو سکتے۔ پھر ان ستاروں سے ان کا رجم تب ہی ہو سکتا ہے کہ ستارے بھی آسمانِ دنیا سے باہر ہوں اور دنیا کی زینت بھی ان ستاروں سے تب ہی ہو سکتی، اس لئے تو عبداللہ بن عباس نے فرمایا: النجوم قنادیل معلقۃ بین السماء والارض بسلاسل من نور بایدی الملائکۃ (ستارے لٹکے ہوئے فانوس ہیں آسمان اور زمین کے درمیان نور کی زنجیروں کے ساتھ جنہیں فرشتے تھامے ہوئے ہیں۔) علامہ آلوسی صاحب روح المعانی میں فرماتے ہیں "جدید سائنسدانوں کا قول بھی اس کے قریب قریب ہے مگر ان کے ہاں نور کی زنجیروں کی تعبیر کشش اور مرکز ثقل کے نام سے ہوتی ہے۔ ویقرب منہ قول الفلاسفۃ الجدید لکن بالجذبہ۔ (روح المعانی ج ۳۱ ص ۱۵) سورہ طلاق میں آیت ومن الارض مثلھن کے تحت توصاف تصریح علامہ آلوسی نے کی ہے کہ: ولم یقم دلیل علی ان شیئاً من الکواکب مغروز فی شیئ من السماوات کالفص فی الخاتم والمسمار فی اللوح۔ (اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ کوئی ایک ستارہ بھی آسمان میں ایسا جڑا ہوا ہے جیسا انگوٹھی میں ہیرا یا تختی میں میخ۔)

امام ابو حنیفہؒ کے استاد عطاء بن ابی رباح کا بھی ایسا ہی قول ہے۔ علامہ آلوسی نے سورہ طلاق میں اسرائیلی روایات کی بھی تردید کی ہے کہ اکثر ناقابل اعتماد ہیں۔ باقی جن آیات سے ستاروں کا آسمانوں میں ہونا مترشح ہوتا ہے، اسکی تردید روح المعانی کے مختلف مقامات پر موجود ہے۔ باقی جن آیات سے ستاروں کا آسمانوں کے اندر ہونا مترشح ہوتا ہے اسکی تردید بھی روح المعانی وغیرہ تفاسیر میں موجود ہے اور عموماً ایسے مقامات میں ادنیٰ ملابست کے طور پر یا مجازاً نسبت کی گئی ہے۔

کلٌّ فی فلکٍ یسبحون کی تعبیر | مثال کے طور پر قرآن کریم کی آیت کلٌّ فی فلکٍ یسبحون سے بظاہر لوگوں نے یہ فہم کیا ہے کہ سب ستارے آسمانوں میں تیر رہے ہیں مگر علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے کہ اکثر مفسرین نے اس سے مراد اس موج کو لیا ہے جو روک دی گئی ہے آسمان کے نیچے جس میں چاند اور سورج گردش کرتے ہیں قال اکثر المفسرین ھو موج مکفوف تحت السماء تجری فیہ الشمس والقمر وقال الضحاک ھو لیس بجسم بل مدار ھذہ النجوم۔ حضرت

ضحاک کہتے ہیں کہ فلک سے مراد جسم نہیں بلکہ ان ستاروں کا مدار ہے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی ان احتمالات کو ذکر کرتے ہوئے آیت کو آسمان کے مفہوم میں مبہم قرار دیا ہے۔ الغرض اکثر مفسرین محل کواکب کو جس میں وہ گردش کرتے ہیں تحت السماء تسلیم کرتے ہیں۔ نہ کہ آسمان کے بیچ میں۔ تو روس اور امریکہ کے خلائی پرواز اور چاند تک رسائی کا اگر اثر پڑتا ہے تو یونانی ہیئت اور بطلیموسی فلسفہ یا اسرائیلی روایات پر نہ کہ اسلام پر چاند تو کیا اگر تمام کواکب تک بھی رسائی ہو جائے تو بھی اسلامی تعلیمات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اسلام کی غیبی تائید سائنس سے ہو رہی ہے | اللہ تعالیٰ ان سائنسدانوں کے ہاتھ سے اسلام کی غیبی تائید کروا رہا ہے۔ اور ان پر اتمام حجت ہو رہی ہے۔ سائنسدانوں نے اربوں روپے خرچ کئے تب کہیں اوزار اور آلات کے ذریعہ چاند سے مشت خاک لائے لیکن سید الرسل اور مسلمانوں کے ہادی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی کے ایک اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر دئے کہ دونوں ٹکڑوں نے مکہ معظمہ کی پہاڑی کو بیچ میں سے لیا پھر اسی طرح رب العزت نے چاند کے دو ٹکڑوں کو ملا دیا اقتربت الساعۃ وانشق القمر وان یروا آیۃ یقولوا سحر مستمر۔ اتنا بڑا کارنامہ جب بلا راکٹ واسباب اور بغیر کھربوں روپیہ ضائع کئے ظاہر ہوا تو یورپ کے خرد ماغوں نے اس معجزہ کی اب تک ہنسی اڑائی فلاسفہ نے مذاق کیا مگر آج انہیں خود قائل ہونا پڑا کہ تمام سیارے خرق و التئام (پھٹنا اور جڑنا) اور توڑ پھوڑ قبول کرتے ہیں تو حقیقت تو یہ ہے کہ آج کی سائنسی تحقیقات سے اسلامی تعلیمات کی تائید ہو رہی ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ جو لوگ معجزات کے منکر تھے اور محال سمجھتے تھے ان دشمنان اسلام کی اپنی تحقیقات سے خدا نے ان کا منہ بند کر دیا ہے۔

قیامت اور معراج کی تائید | قیامت جو ان سیارات اور عالم کے فنا اور نیست و نابود ہونے اور نئے سرے سے دوبارہ قائم ہونے کا نام ہے۔ آج تک فلاسفہ اس نظام کو ناقابل تغیر مان کر اسکی قدامت کے قائل تھے۔ اس توڑ پھوڑ سے خود ہی حدوث عالم اور تغیر پذیر ہونے کے قائل ہو سکتے ہیں۔ اسلام نے جب اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس جسد عنصری کے ساتھ خلاؤں سے اوپر تشریف لے گئے اور ایک رات میں واپس ہوئے تو ان لوگوں نے انکار کیا کہ کروڑوں میل کی مسافت کیسے طے ہوئی اور بغیر آکسیجن کیسے زندہ رہے۔ آج کے خلا نورد اس جسم کے ساتھ صرف چاند تک پہنچے اور بعض جگہ فی سیکنڈ ہزاروں میل کی رفتار سے پرواز کی۔

تو ملک الملک جو سموات وارض کا خالق ہے اس کا اپنے رسول کو پہنچانے میں کیا استحالہ رہا؟

سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً۔ (پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا۔)

رفع مسیح کی تائید | قرآن مجید نے اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے۔ بل رفعہ اللہ الیہ۔ مگر جدید تعلیمیافتہ حضرات اسے ناممکن تبلاتے ہیں کہ اس جسم کے ساتھ اوپر کیسے زندگی گذر سکتی ہے مگر آج خود چاند مریخ اور زہرہ میں اپنے لیے الاٹمنٹ کروانا چاہتے ہیں گو ابھی یہ مرحلے بہت دور ہیں، ہنوز دلی دور است۔

آدم علیہ السلام کا نزول | اسلام نے تبلایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہما السلام اسی زمین میں پیدا ہوئے پھر انہیں جنت میں اٹھایا گیا، کچھ عرصہ گذارنے کے بعد خلافت ارض کیلئے انہیں زمین پر اتارا گیا، اس کا بھی ڈاروِن کی اولاد نے انکار کیا۔ مگر اسلامی تعلیمات نے تو تخلیق انسان حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک انسانی عروج اور صعود و نزول اور خلاء سے گذرتے رہنے کا تصور پیش کیا اور بطور ظہورِ معجزہ و قدرتِ خداوندی کے اسکی کئی مثالیں پیش کیں۔

تمام مسلمان ساتویں آسمان سے بھی اوپر جائیں گے | اسی طرح جنت کو لیجئے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام مومنین اور عباد مقربین جنت میں جائیں گے، پھر یہ بھی ذکر ہے کہ قیامت کے دن تمام آسمان اور زمین فنا ہو جائیں گے۔ اس زمین اور آسمان کی جگہ جہنم لے لیگی اور عرش الرحمان کے نیچے اور سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جنت ہوگی جو ساتویں آسمان سے اوپر ہے تو گویا کل مسلمان سابقین و آخرین انشاء اللہ جب جنت میں داخل ہوں گے اور یہ داخلہ جسم اور روح دونوں کا ہوگا۔ تو سب کی پرواز ساتویں آسمان اور اس سے اوپر ہوگی، تب تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ تو افسوس ہے کہ ایک ایسی امت اعداء اسلام کے لایعنی کارناموں سے مرعوب ہو یا اسے ناقابلِ تسلیم سمجھے حالانکہ یہ تو صعود اور پرواز کا ادنیٰ درجہ ہے، جو بطور اتمام حجت مادیت پرست قوموں کے ہاتھ پر ظاہر ہو رہا ہے۔

کونسا مسئلہ حل ہوا | پھر اس عظیم کارنامے سے کونسا انسانی مسئلہ حل ہوا، بھوک افلاس بیماری ختم ہوگئی۔ بغض عناد کینہ اور خانہ جنگی ختم ہوئی، طبقاتی اور رنگ و نسل کے جھگڑے ختم ہوئے؟ انسانیت کو کونسا فائدہ ہوا۔۔؟ کچھ بھی نہیں باہمی عداوت اور منافرت اور بھی بڑھ گئی ایک دوسرے پر فخر و غرور کیا جانے لگا پھر نتیجہ میں کونسا خاص تحقیقی انکشاف ہوا جس نے عالم کو حیرت میں ڈال دیا ہو۔ یہی کہ چاند عناصر سے مرکب خاکستری یا سرمئی رنگ کی چیز ہے جو سورج سے روشنی لے کر دنیا کو منور کرتی ہے مگر یہ تصور تو ظنی طور پر فلاسفۂ قدیم نے پیش کیا تھا۔ تصریح اور شرح چغمنی اٹھا کر دیکھیں اس وقت سے انہوں نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے کہ جرم قمر خاکستری ہے۔

اور یہ عربی مقولہ تو زبان زد ہے کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس۔ (چاند کی روشنی سورج کی روشنی سے حاصل کی گئی ہے۔)

باطل مذاہب متاثر ہوئے | گو ہماری نگاہ میں اس کارنامہ سے ایک ہی فائدہ تو حاصل ہوا وہ یہ کہ باطل مذاہب لرزہ براندام ہیں۔ یہودیت اور نصرانیت پر زلزلہ آگیا ہے اور آج کے اخبارات میں ہے کہ یہودیوں نے تو اپنی بعض عبادات میں ترمیم کردی ہے۔ اور کلیسا والے بھی واویلا کر رہے ہیں۔ فلاسفۂ یونان کی تغلیط ہوگئی۔ معجزات سے منکر شرمندہ ہوئے۔ مگر اسلام کی تو سراسر تائید ہی تائید ہوگئی کوئی مسئلہ اور کوئی عبادت نہ متاثر ہوئی اور نہ قیامت تک متاثر ہو سکے گی۔ لا تبدیل لکلمات اللّٰہ ذالک الدین القیم۔ یہ تو دین قیم ہے اور قیامت تک باقی رہنے والا دین ہے۔ خداوندکریم نے اتمام حجت نہ صرف دلائل سے بلکہ اس زمانہ کی سائنس کی بدولت حواس اور مشاہدہ سے بھی کرادی۔

وحی اور اسلام کے دیگر دعووں کی تائید | جب اسلام نے اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں سے اوپر کی چیزیں نظر آتی تھیں اور وحی و الہام کے ذریعہ انبیاء کرام رب العزت کی باتیں سن سکتے تھے۔ تو اس کا انکار کیا گیا اور آج ڈھائی لاکھ میل دور خلائی جہاز والوں کے ساتھ گفتگو ہو رہی ہے۔ ٹیلی فون کئے جاتے ہیں۔ اور ایک انسانی ایجاد ٹیلیویژن کے ذریعہ ڈھائی لاکھ میل دور کے حالات کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم روحانی قوت کے ساتھ بغیر آلات و وسائل کے کیوں جبرئیل امین اور خداوندکریم سے ہمکلام نہیں ہو سکتے اور اگر انہیں آسمانوں کا مشاہدہ ہو رہا تھا تو کیا تعجب تھا۔

معجزہ امکان کی دلیل ہے | اتنی بات یاد رہے کہ انبیاء کرام کے ہاتھوں ایسے امور کا ظہور بلاشبہ معجزہ تھا، جو بغیر آلات و وسائل کے ہوا جو کسی کے بس میں نہیں، مگر اس سے بہرحال یہ تو ثابت ہوا کہ ذی روح جسم کا رفع الی السماء ممکن ہے۔ اس لئے کہ معجزہ نام ہے اس کا کہ کسی امر کا ظہور بطور خرق عادت کے ہو جائے نہ کہ کسی محال کو ممکن بنا دے۔ اب اگر کوئی وسائل اور ذرائع کے ذریعہ سے ایسا کر دے تو یہ ممکن ہے مگر اسے معجزہ نہیں کہا جا سکتا۔ مثلاً ایک شخص بغیر وسائل و ذرائع کے کراچی پہنچ جائے تو یہ اس کی کرامت ہے۔ اور اگر ریل موٹر جہاز وغیرہ کے ذریعہ جائے تو اسباب عادیہ کا یہ عمل خرق عادت نہیں تو اس کو کرامت نہیں کہا جا سکتا۔

قرآن کریم کا بنیادی مقصد | رہا یہ امر کہ موجودہ ترقیات کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً کیوں نہیں تو

باقی صفحہ ۴۲ پر